پروفیسر احمد سعید

قائدِ اعظم اور مسجدِ شہید گنج

مسلمانانِ پنجاب کی ملّی جدوجہد اور سیاسی بیداری میں مسجدِ شہید گنج کے قضیہ کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ ۱۹۳۵ء میں اس واقعہ نے لاہور کی سیاسی فضا میں ایک زبردست ہیجان پیدا کر دیا تھا اور فرقہ وارانہ کشیدگی اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ مسجدِ شہید گنج مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان ایک متنازع فیہ مسئلہ بنی ہوئی تھی۔ یہ مسجد مغل شہنشاہ شاہ جہان کے کوتوال عبداللہ نے تعمیر کی تھی۔ سکھوں کی بڑھتی ہوئی انارکی اور سرکشی کو روکنے کی غرض سے جب پنجاب کے گورنر معین الملک نے کارروائی کا آغاز کیا تو ایک سربرآوردہ سکھ تارو سنگھ مسجد سے متصل کوتوالی میں مارا گیا۔ چونکہ یہ شخص سکھوں کی نگاہ میں معزز اور مقدس تصور کیا جاتا تھا اس لیے سکھوں نے اس جگہ کو شہید گنج کا نام دے دیا۔ بعد میں جب پنجاب میں مغلوں کی برائے نام حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور لاہور پر تین سکھ سرداروں کا قبضہ ہوا تو سکھوں نے اس مسجد پر قبضہ کر لیا۔

جون ۱۹۳۵ء میں سکھوں کے جتھے یکایک لاہور آنے لگے اور اچانک یہ افواہ پھیل گئی کہ سکھ مسجد کو شہید کرنا چاہتے ہیں۔ مسلمان زعما نے اس نازک صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کی خاطر سکھ لیڈروں سے گفت و شنید کی اور گورنر پنجاب کو بھی اس نازک صورت حال سے آگاہ کر دیا، لیکن اسی دوران میں سکھوں نے مسجد کو شہید کرنا شروع کر دیا جس سے لاہور میں فرقہ وارانہ کشیدگی اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔ مسجد کا انہدام حکومت کی نگرانی میں کیا جانے لگا۔ مسلمان اس صورتِ حال کو کس طرح برداشت کر سکتے تھے۔ چنانچہ جب جوابی کارروائی شروع ہوئی تو صورتِ حال اتنی خراب ہو گئی کہ فوج کو مداخلت کر کے گولی چلانی پڑی۔ مسلمان سیاسی زعما کی گرفتاریاں شروع ہو گئیں۔ مسلمانوں نے سول نافرمانی کی تحریک شروع کر دی اور ہزاروں مسلمانوں نے حکومت اور سکھوں کی اس ملی بھگت کے خلاف احتجاج

کرتے ہوئے جیلوں کو بھر دیا۔

اس نازک صورت حال میں قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے لاہور آنے کا فیصلہ کیا تاکہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اور اس اعتماد کو جو ان پر تمام قوموں کو تھا کام میں لا کر اس مسئلہ کو طے کرانے کی کوشش کریں۔ یہ بات صاف ظاہر کرتی ہے کہ ہندو، سکھ اور تمام دیگر اقوام قائد اعظمؒ پر کس قدر اعتماد کرتے تھے۔ ۱۷ فروری ۱۹۳۶ کو انہوں نے ایک تار میں کہا کہ "میں شہید گنج کے جھگڑے کو طے کرانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔"

۲۱ فروری ۱۹۳۶ کو قائد اعظم لاہور تشریف لائے۔ لاہور کے مسلمانوں نے آپ کا پرجوش خیر مقدم کیا۔ ریلوے اسٹیشن سے لوگوں نے آپ کو جلوس کی شکل میں قیام گاہ تک لے جانا چاہا مگر آپ نے انکار کیا۔ اسی دوپہر کو قائد اعظم نماز جمعہ کے لیے شاہی مسجد تشریف لے گئے اور وہاں حاضرین سے مسجد شہید گنج کے موضوع پر خطاب کیا۔ آپ نے حاضرین کو مبارک باد دی اور کہا کہ

"آپ لوگوں نے مسجد شہید گنج میں نماز ادا کرنے کی نئی تحریک کو عارضی طور پر میری خواہش کے مطابق بند کر دیا ہے۔ مسلمانوں نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ ایک منظم قوم ہیں اس تحریک کے عارضی التوا نے قوم کے وقار کو بلند کر دیا ہے۔ میں آپ حضرات سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ لوگ ایسا رویہ اختیار کریں جس سے دوسروں کے جذبات کو ٹھیس نہ لگے میں لاہور نیم دلی سے نہیں آیا ہوں۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ مسلمانوں کے لیے کوئی باعزت سمجھوتہ کرا دوں۔"[1]

ایک اخباری نمائندہ سے گفتگو کرتے ہوئے قائد اعظم نے فرمایا: "میں لاہور پوری امید لے کر آیا ہوں کہ مختلف قوموں کے لیڈر میری مدد کریں گے۔ شہید گنج سے بھی اہم مسائل ہمارے سامنے ہیں جنہیں حل کرنا ہے اور یہ کام مختلف قوموں کے اتحاد ہی سے ہو سکتا ہے۔ میرا کام محض صلح اور مصالحت کرانے کا ہے۔"

۲۲ فروری ۱۹۳۶ کو قائد اعظمؒ نے گورنر پنجاب سے ملاقات کی۔ باخبر حلقوں نے اس ملاقات کو امید افزا قرار دیا۔ اسی روز قائد اعظم نے تحریک شہید گنج کے لیڈروں سے بھی

---

[1] روزنامہ عصر جدید، کلکتہ، ۲۲ فروری ۱۹۳۶

ملاقات کی۔ اس تحریک کے لیڈروں نے قائدِ اعظمؒ کے سامنے اپنے مطالبات پیش کیے اور ساتھ ہی آپ کو یہ بھی یقین دلایا کہ وہ قائدِ اعظم کے فیصلہ کے مطابق عمل کریں گے[۲]

لاہور میں اپنی آمد کے بعد قائدِ اعظم کے سامنے دو اہم امور تھے، اول یہ کہ گفت و شنید کے ذریعے حکومت کو اس امر پر مجبور یا مائل کیا جائے کہ وہ مسلمان نظربندوں کی رہائی کے احکامات جاری کرے اور مسلم اخبارات کی ضبط شدہ ضمانتوں کو واپس کر دیا جائے۔ دوم سکھوں سے اس تنازعہ کے حل کرنے کے لیے گفت و شنید کی جائے۔ روزنامہ الجمعیۃ (دہلی) کے مطابق قائدِ اعظم کی مصالحت کی گفتگو میں گزشتہ مصالحانہ ناکامیاں رکاوٹ بن رہی تھیں کیونکہ سکھوں کا مطالبہ تھا کہ کسی بھی گفت و شنید کے آغاز سے پہلے صوبہ میں فرقہ وارانہ فضا صاف ہونی چاہیے[۳]

۲۳ فروری ۱۹۳۶ کو قائدِ اعظم نے دوبارہ گورنر پنجاب سے ملاقات کی اور ان سے سیاسی کارکنوں اور تحریک میں حصہ لینے والوں کی رہائی اور اخبارات کی ضمانتوں پر گفت و شنید کی۔ قائدِ اعظم کو اپنی اس مہم میں کامیابی حاصل ہوئی اور گورنر پنجاب نے انھیں یقین دلایا کہ اگر مسلمان سول نافرمانی بند کر دیں اور مسجد کی بازیابی کے لیے آئینی طریق کار اختیار کریں تو وہ ان کی دونوں باتیں مان لیں گے۔ قائدِ اعظم نے تحریک کے کارکنوں کو اس بات پر آمادہ کر لیا۔ گورنر پنجاب سے ملاقات کے بعد جب ایسوسی ایٹڈ پریس کے ایک نمائندہ نے آپ سے ملاقات کے نتیجہ کے بارے دریافت کیا تو آپ نے کہا کہ "میں کوئی قیصر و کسریٰ نہیں ہوں کہ یہ کہہ سکوں کہ میں اب آگیا ہوں اور آتے ہی میدان فتح کر لیا ہے" قائدِ اعظم نے اس وقت اس گفت و شنید کے متعلق بیان دینے سے انکار کیا۔ "باخبر حلقوں" کے مطابق قائدِ اعظم اور گورنر پنجاب کی ملاقات میں مسلم اخبارات کی ضمانتوں کی واپسی اور گرفتار شدگان کی رہائی کے معاملے پر گفت و شنید ہوئی۔ اس سلسلہ میں ۲۴ فروری ۱۹۳۶ کو حکومت پنجاب نے مندرجہ ذیل بیان جاری کیا:

---

[۲] روزنامہ الجمعیۃ (دہلی) ۲۸ فروری ۱۹۳۶ء ص ۵۔

[۳] ایضاً ص ۵

اس وقت لاہور میں قضیۂ شہید گنج کے حل کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ اگر کوئی فوری تصفیہ نہ ہو سکے تو کم از کم صوبہ میں ایسی فضا پیدا کی جائے جس کے زیرِ اثر بعد میں دونوں قوموں میں تصفیہ ہو جائے۔ حکومتِ پنجاب کئی بار اس امر کی وضاحت کرتی رہی ہے کہ حکومت ایسے تصفیے کی مخلصانہ کوشش میں جو دونوں قوموں کے لیے باعثِ عزت ہو، عملی طور پر اعانت کرے گی۔ چنانچہ اس وقت جو کوشش کی جا رہی ہے اسے گورنمنٹ کی عملی تائید حاصل ہے۔ گورنمنٹ نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کوشش میں عملی امداد کی ایک صورت یہ ہے کہ جو حضرات زیر دفعہ ۳ پنجاب کریمنل لا امنڈمنٹ ایکٹ ۱۹۳۲ء ایجی ٹیشن کے سلسلہ میں نظر بند کیے گئے ہیں ان کو رہا کر دیا جائے، اس ضمن میں احکامات جاری کر دیے گئے ہیں [۵۴]

اس طرح قائداعظم کو اپنے مشن میں پہلی کامیابی حاصل ہوئی اور انھوں نے حکومت کے اس فیصلے پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

میں حکومتِ پنجاب کے اس مستحسن اقدام پر خوش ہوں کیونکہ نظربندوں کی رہائی سے میرا کام بہت حد تک آسان ہو گیا ہے۔ میں مسلمانوں کے تمام طبقوں کی خواہشات سے واقف نہیں ہو سکتا لیکن مجھے امید ہے کہ میں اپنے مسلمان بھائیوں کو اس امر پر رضامند کر لوں گا کہ باعزت تصفیہ اور مصالحت کے لیے تعاون ہی صحیح راستہ ہے۔ میں ہندو اور سکھ اکابر کا ممنون ہوں اور عوام اور اخبارات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے میرے متعلق خیرسگالی کا اظہار کیا۔ میں پھر ان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ میرے کام میں ہر طرح سے میرا ہاتھ بٹائیں [۵۵]

۲۸ فروری ۱۹۳۶ء بروز جمعہ بادشاہی مسجد میں مسجد شہید گنج کے سلسلے میں ایک عظیم الشان جلسہ سے قائداعظم نے خطاب کیا۔ آپ نے فرمایا:

"حضرات! میں کئی روز سے لاہور میں مقیم ہوں۔ اس عرصہ میں میں نے ہر مکتبِ فکر

---

۵۴ روزنامہ الجمعیۃ (دہلی) ۲۸ فروری ۱۹۳۶ء، ص ۵

۵۵ روزنامہ عصر جدید (کلکتہ) یکم مارچ ۱۹۳۶ء، ص ۲

کے مسلمانوں اور غیر مسلم لیڈروں کے ساتھ تبادلۂ خیال کیا ہے۔ میں کامل غور و خوض کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ فی الحال سول نافرمانی کی تحریک بند کر دینی چاہیے اور مسجد شہید گنج کے حصول کے لیے پرامن طریق پر آئینی جدوجہد کرنی چاہیے۔ بہ یک وقت مجھے مختلف مقامات پر پارٹیاں دی گئیں اور اس مسئلہ کے حل کے لیے مجھے مختلف خیالات اور اقوام کے لیڈروں سے تبادلۂ خیال کرنا پڑا۔ میں سکھ لیڈروں سے بھی گفت و شنید کر رہا ہوں۔ میری دلی آرزو ہے کہ آپس میں کوئی باعزت سمجھوتہ ہو جائے۔ یہ خیال نہ کیا جائے کہ ہم کسی ڈر کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں۔ ہم ہرگز کسی سے نہیں ڈرتے۔ تاہم جو کچھ ہم کر رہے ہیں اپنی قوم کی بہتری اور فلاح و بہبود کے لیے کر رہے ہیں۔ قوم کی بہتری اسی پروگرام میں ہے جو میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

مسجد شہید گنج کی واپسی کے لیے ہم اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ وہ جاری رہے گی، لیکن آئینی طور پر۔ میں اس کے لیے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ساتھ ہی آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اس تحریک میں پوری کوشش اور طاقت کے ساتھ آپ کی مدد کروں گا۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ ہمارے تمام قیدیوں اور نظر بندوں کو غیر مشروط طور پر رہا کر دے۔"

جلسے کے آخر میں قائداعظم نے دوبارہ تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ "میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ عام معافی کا اعلان کرے۔ شہید گنج کے تمام قیدی غیر مشروط طور پر رہا کر دیے جائیں۔ اخبارات کی ضمانتیں واپس کر دی جائیں۔ مسجد شاہ چراغ جلد از جلد مسلمانوں کے حوالے کر دی جائے۔ ان امور کے متعلق میں حکومت سے التجا نہیں بلکہ مطالبہ کرتا ہوں۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ ان مطالبات کو پورا کرنے میں جلدی کرے۔" [لے]

قائداعظم محمد علی جناح کی کوششیں بارآور ثابت ہوئیں اور حکومتِ پنجاب نے اس ایجی ٹیشن کے دوران گرفتار کیے جانے والے تمام قیدیوں کو رہا کرنے اور مسلم اخبارات کی ضمانتیں ضبط کرنے کا حکم واپس لینے کا اعلان کیا۔ قائداعظم کی اس کامیابی پر لاہور کے روزنامہ احسان نے "قائداعظم کی دوسری کامیابی" کے زیرِ عنوان ایک ایڈیٹوریل لکھا جس میں ان کی اس کامیابی پر انہیں زبردست خراجِ تحسین ادا کیا۔ اخبار نے لکھا "مسٹر محمد علی جناح کی مساعیٔ جمیلہ کا، جو ایک عالم

سے خراجِ تحسین وصول کر رہی ہیں۔ دوسرا نیک ثمر اس عفوِ عام کی شکل میں ظاہر ہوا جسے عملی جامہ پہنانے کے لیے حکومتِ پنجاب آمادہ ہوگئی ہے۔ تشدد کے واقعات کو چھوڑ کر باقی ہر جرم کے اسیر جو سزایاب ہو چکے ہیں یا جن پر مقدمے چل رہے ہیں وہ رہا کر دیئے جائیں گے اور اخبارات کی ضمانتوں کے وہ احکام جن کے باعث روزنامہ سیاست اور زمیندار بند پڑے ہیں اور روزنامہ احسان چار ہزار کی ضمانت کا زیر بار ہو کر اپنی زندگی تلوار کی دھار پر چل کر بسر کر رہا ہے، واپس لے لیے جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ حکومتِ پنجاب نے مسلمانوں کے یہ مطالبات مان کر فضا کو درست کرنے کی طرف ایک مستحسن قدم اٹھایا ہے۔ تحریکِ شہید گنج کے راہنماؤں کی رہائی سے جنھوں نے مسجد کی واگذاری کے لیے اپنی جد و جہد کو سر دست محض آئینی ذرائع تک محدود رکھنے پر آمادگی کا اظہار کیا ہے، ہمارا یہ دعویٰ پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ اگر حکومت شروع ہی سے اس خالص جذبہ کو سمجھ سکتی جو اس مسئلہ پر مسلمانوں کے قلوب میں موجزن تھا تو حالات اس قدر خراب نہ ہوتے، اور شاید ابتدا ہی میں ایسی فضا پیدا کی جا سکتی جو سکھوں کے ساتھ مفاہمت و صلح کی گفت و شنید کرنے کے لیے سازگار ہوتی۔ ہمیں امید ہے کہ سکھوں کے رہنما بھی مسٹر محمد علی جناح کی مساعیِ مفاہمت کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے اور ایسی غیر مصالحانہ روش اختیار نہیں کریں گے جو پنجاب کی فضا کو مکدر رکھنے کی ذمہ دار بن سکتی ہو۔"[۵۶]

قائد اعظم ایک کامیابی حاصل کرنے کے بعد دونوں قوموں میں کشیدگی کو دور کر کے صلح و آشتی کی فضا پیدا کرنے کی کوششوں میں معروف ہو گئے۔ انھوں نے مختلف سکھ لیڈروں سے ملاقات کی اور انھیں صورتِ حال کی نزاکت سے آگاہ کیا۔ انھوں نے خاص طور پر اس بات کی اہمیت پر زور دیا کہ فرقہ وارانہ کشیدگی کا خاتمہ ملکی مفاد کے لیے کس قدر ضروری ہے۔ سکھ لیڈروں نے قائدِ اعظم کی اس قدر آؤ بھگت کی کہ وہ انھیں اپنے ہمراہ شہید گنج لے گئے حالانکہ وہ کسی مسلمان کا اس کے پاس سے گزرنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔[۵۷]

---

۵۶ روزنامہ الجمعیۃ (دہلی) ۱۳ مارچ ۱۹۳۶ء، ص ۱

۵۷ عاشق حسین بٹالوی۔ اقبال کے آخری دو سال (اقبال اکادمی کراچی ۱۹۶۹ء) ص ۵۹۷۔

قائدِ اعظم نے صلح و آشتی کی فضا پیدا کرنے کی غرض سے مختلف جلسوں سے خطاب کیا جن میں اس نازک مسئلہ کو حل کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ ۲۷ فروری ۱۹۳۶ کو لاہور میں مسلم سٹوڈنٹس لیگ نے آپ کے اعزاز میں ایک پارٹی کا اہتمام کیا۔ قائدِ اعظم نے اس موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"ہر سکھ نے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ شہید گنج کے قضیے کا کوئی حل ہونا چاہیے۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ اس معاملہ کا حل بہت ہی دشوار ہے۔ لیکن دشواریاں جتنی بھی زیادہ ہوں ہماری کوششیں اتنی ہی زیادہ ہونی چاہئیں۔ میں مسلمانوں کو یہ مشورہ دوں گا کہ وہ اپنا گھر درست کریں اور ایک متحدہ قوم بن جائیں" [۵۸]

یکم مارچ ۱۹۳۶ کو قائدِ اعظم کو لاہور کے ٹاؤن ہال میں ایک استقبالیہ دیا گیا جس کی صدارت لاہور کے بشپ نے کی۔ اس استقبالیہ میں مختلف قوموں کے نمائندوں نے شرکت کی، اور اپنی اپنی قوم کی طرف سے قائدِ اعظم کو اس بات کا یقین دلایا کہ وہ اس جھگڑے کو طے کرانے میں ان کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں گے۔ تمام قوموں کے لیڈروں نے اس موقع پر قائدِ اعظم کی ان مساعی کی بہت تعریف کی اور آپ کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ ملک فیروز خان نون نے قائدِ اعظم کی ان خدمات کا ذکر کیا جو انھوں نے ملک کے لیے انجام دیں اور مرکزی اسمبلی کی مثال پیش کی، جہاں وہ توازن قائم کیے ہوئے تھے اور کبھی یہ نہیں ہوا کہ ان کی پارٹی نے اس توازن سے ناجائز فائدہ اٹھایا ہو۔ پنڈت نانک چند (ممبر پنجاب لیجسلیٹو کونسل) نے قائدِ اعظم کی ہمت کی داد دی اور بتلایا کہ کس طرح انھوں نے مسلمانوں کو اپنے گرد جمع کر لیا تھا اور امید ظاہر کی کہ وہ ایک بار پھر تمام متنازع فیہ عناصر کو اپنی لیڈری کے تحت لے آئیں گے۔ پنڈت نانک چند نے قائدِ اعظم کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ "مسٹر جناح کانگریس سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ اگر وہ کانگریس میں رہتے تو ملک کی حالت یقیناً آج کہیں بہتر ہوتی" نانک چند نے اس بات کی توقع ظاہر کی کہ دوسری قوموں کے افراد بھی قائدِ اعظم کی پیروی کریں گے۔ سکھوں

---

[۵۸] روزنامہ عصرِ جدید (کلکتہ) یکم مارچ ۱۹۳۶، ص ۴

کی طرف سے سردار اجل سنگھ نے قائدِ اعظم کو یقین دلایا کہ وہ باعزت سمجھوتہ کرانے میں ہر قسم کی امداد دیں گے۔ انھوں نے کہا کہ "مجھے یقینی طور پر محسوس ہو رہا ہے کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر جائیں گے۔" ممتاز شاہنواز نے کہا کہ "پنجاب کے نوجوان مسٹر جناح کی پوری پوری تائید کریں گے۔"[۹]

ان سب تقاریر کے جواب میں جب قائدِ اعظم تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو تمام ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا:

"میں لاہور مسلمان لیڈر کی حیثیت سے اس لیے نہیں آیا ہوں کہ مسلمانوں کے مفاد کا ڈنکا پیٹوں۔ میرے سامنے صرف ایک ہی مقصد ہے یعنی یہ کہ شہید گنج کے جھگڑے کا منصفانہ اور بہتر سمجھوتہ ہو جائے۔ اگر سمجھوتہ اچھا اور منصفانہ ہو گا تو اسے دوام حاصل ہو گا۔ مختلف مقرروں کے خیالات سے میری ہمت بڑھ گئی ہے۔ خصوصاً سردار اجل سنگھ نے سکھوں کی طرف سے جس تعاون کا اظہار کیا ہے اس سے میری ہمت اور بڑھ گئی ہے۔ ایک بھی صحیح الخیال مسلمان ایسا نہیں ہے جو سکھوں اور ہندوؤں سے بھائی چارے اور دوستی کا خواہش مند نہ ہو۔ گفت و شنید بہت ہی نازک اور مشکل ہے۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ مسائل کیا ہیں اور اگر مجھے آپ کی طرف سے واقعی تائید اور تعاون ملے تو یہ جھگڑا طے پا سکتا ہے۔ اور اگر لیڈر ہر چیز سے بے نیاز ہو کر جرأت سے اس کا مقابلہ کریں تو بہت جلد یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔"[۱۰]

پنڈت نانک چند کی بات کا جواب دیتے ہوئے قائدِ اعظم نے فرمایا کہ جب میں پہلی مرتبہ کانگرس میں شامل ہوا تھا اس وقت سے لے کر اب تک میرے خیالات میں ذرہ برابر تبدیلی نہیں ہوئی۔ ممکن ہے گاہے بہ گاہے مجھ سے غلطیاں سرزد ہوئی ہوں لیکن میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ میں نے جو کچھ کیا ہے اس میں فرقہ پرستی کی روح کارفرما نہ تھی میرے پیشِ نظر صرف مادرِ وطن کی بہتری اور بہبود تھی۔ یقین جانیے کہ آئندہ بھی ہندوستان

۹۔ روزنامہ عصرِ جدید (کلکتہ) یکم مارچ ۱۹۳۶ء، ص ۴

۱۰۔ ایضاً، ص ۵

کی خدمت میرا مدعا و مقصود رہے گا۔[11]

۵ مارچ ۱۹۳۶ء کو دیال سنگھ یونین نے قائد اعظم کو اپنے ہاں مدعو کیا۔ یہ اس بات کا مزید ثبوت ہے کہ انھیں غیر مسلم اقوام میں بھی کس قدر مقبولیت اور ان کا اعتماد حاصل تھا۔ کالج یونین کے صدر پرنسپل فیسر لاجپت رائے نے قائدِ اعظم کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا اور ان کو مشہور ہندو لیڈر گوکھلے سے تشبیہ دی اور کہا کہ ہندوستان کی نجات کے لیے مسٹر جناح جیسا راست باز اور دلیر ڈکٹیٹر درکار ہے۔

اس تقریر کے جواب میں قائد اعظم نے فرمایا کہ میں اس کالج کی فضا کو اپنے لیے بالکل سازگار پاتا ہوں۔ یہ درس گاہ جیسا کہ فاضل مقرر نے ابھی کہا ہے فرقہ پرستی کی بنیادوں پر قائم نہیں کی گئی۔ میرا ابتدا سے یہ عقیدہ ہے اور آئندہ بھی اسی عقیدے کا پیرو رہوں گا۔ آپ نے مسولینی اور ہٹلر ایسے ڈکٹیٹروں کا ذکر کرتے ہوئے مجھے اس ملک کا ڈکٹیٹر بننے کی دعوت دی ہے۔ بہ حالاتِ موجودہ ہم ہندوستان میں ڈکٹیٹرشپ قائم نہیں کر سکتے کیونکہ ملک کا حقیقی ڈکٹیٹر وہی شخص بن سکتا ہے جس کے پاس ایسی قوت ہو کہ وہ ہر خطا کار کو سزا دینے پر قادر ہو اور وطن کی خدمت کرنے والوں کو انعام و اکرام سے سرفراز کر سکے۔ ظاہر ہے کہ ایسی قوت ہم میں سے کسی کے پاس نہیں ہے۔ اس ملک میں کسی بے اصول، خائن اور بددیانت لیڈر کے لیے عوام کو بے وقوف بنا لینا اور ان سے حسب منشا کام لینا چنداں مشکل نہیں بشرطیکہ وہ ان کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کے فن سے واقف ہو۔ اس لیے جب تک ہم عوام کے معتدبہ حصے کی ذہنی، اخلاقی اور سیاسی تربیت نہ کریں، اور جب تک عوام کا تربیت یافتہ عنصر صحیح لیڈر کی پہچان سے بہرہ ور نہ ہو اور نہ خود غرض راہنماؤں کو قیادت کی گدی سے علیحدہ کرنے کا شعور نہ رکھتا ہو، اس وقت تک ہم صحیح معنوں میں نمائندہ حکومت قائم نہیں کر سکیں گے۔ آپ نے مسٹر گوکھلے کا بھی ذکر کیا ہے۔ کاش اس ملک میں اس عظیم الشان لیڈر کے پایہ کے دو چار انسان اور ہوتے۔ ہندوستان میں ہر چیز کی افراط ہے۔ خدا نے ہمیں سب کچھ دے رکھا ہے لیکن انسان نے اس خطۂ ارضی کی نیک نیتی سے

---

[11] سول اینڈ ملٹری گزٹ (لاہور) ۳ مارچ ۱۹۳۶ء

خدمت نہیں کی - اب بھی اگر انسان ہندوستان کی بے لوث خدمت کرنے پر آمادہ ہو جائے تو ہمارا مستقبل درخشاں ہوسکتا ہے [۱۲]

قائدِ اعظم ۷ مارچ ۱۹۳۶ کو دہلی تشریف لے گئے اور واپسی سے پیشتر ایک کمیٹی شہید گنج مصالحتی بورڈ کے نام سے قائم کردی - اس کمیٹی میں علامہ اقبالؒ، مولوی عبدالقادر قصوری، میاں عبدالعزیز بار ایٹ لا، راجہ نریندر ناتھ، پنڈت نانک چند، سردار بوٹا سنگھ، سردار اوجل سنگھ اور سردار سمپورن سنگھ اور میاں احمد یار دولتانہ بحیثیت کنوینر شامل تھے -

لاہور سے روانگی پہ قائدِ اعظم نے ایک اخباری بیان میں فرمایا :

"یہ جھگڑا دو افراد میں نہیں بلکہ دو فرقوں کے درمیان ہے - اس لیے دونوں فرقوں کی آرا کی جانچ تول کے لیے وقت درکار ہے - میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس دوران میں اپنی مصالحانہ کوششوں کو بدستور جاری رکھنا چاہیے تاکہ باہمی تصفیہ جلد از جلد ہوسکے - میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس غرض کے لیے مختلف قوموں کے ذمہ دار افراد پر مشتمل ایک بورڈ بنایا جائے جس کا نام شہید گنج مصالحتی بورڈ ہو، اور اس بورڈ کے ذمے یہ کام ہو کہ افہام و تفہیم سے اس قضیہ کا کوئی قابلِ قبول حل تلاش کرے - میری خدمات اس بورڈ کے لیے ہر وقت حاضر ہیں - اگر آئندہ میرا آنا یہاں ضروری ہوا تو میں ہر کام چھوڑ کر لاہور پہنچوں گا۔"

روزنامہ سول اینڈ ملٹری گزٹ (لاہور) نے قائدِ اعظم کی ان کوششوں پر انھیں ہدیۂ تبریک پیش کیا - اخبار نے لکھا کہ "پنجاب کے مقامی مسلمان لیڈروں کی ناکامی اور مسٹر جناح کی کامیابی کا سب سے بڑا راز یہ ہے کہ مسٹر جناح کا بڑے سے بڑا مخالف بھی انھیں سرکار پرستی کا طعنہ نہیں دے سکتا - انھیں ہمیشہ بائیں بازو کا لیڈر سمجھا جاتا ہے اور ان کے اس سیاسی رجحان ہی کی وجہ سے بہ یک وقت سکھوں اور مسلمانوں نے ان کی بات کو سننا اور ماننا منظور کر لیا ہے" [۱۳]

گورنر پنجاب نے قائدِ اعظم محمد علی جناح کی ان مساعی کا ذکر کرتے ہوئے کہا "صوبہ کی صورتِ حال کی بہتری کے لیے ہم مسٹر جناح کے بہت ممنون ہیں جو کام انھوں نے کیا ہے اس کا شکریہ ہم آسانی

---

[۱۲] اقبال کے آخری دو سال، ص ۶۰۱ [۱۳] ایضاً ص ۶۰۱ - ۶۰۲

سے ادا نہیں کر سکتے۔ مسٹر جناح کا کام بہت دشوار ہے۔ انھوں نے قوم کے سامنے وہ شرطیں پیش کر دی ہیں جو ایک طرف اس معاملہ کو آئینی بنا دیں گی اور دوسری طرف سکھوں سے باعزت سمجھوتہ کرا دیں گی۔ مسٹر جناح نے سکھوں سے گفتگو میں بتلایا ہے کہ ایک اشارہ ہے جو ان کی عزت کو بلند کرے گا۔ مسٹر جناح اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئے۔ مسلمانوں کے تمام طبقوں نے ان کا مشورہ ٹھنڈے دل سے قبول کیا ہے اور حکومت کے لیے وہ کاروائی ممکن ہو گئی ہے جس کے لیے حکومت عرصہ سے موقع کی منتظر تھی۔ اب وہ وعدے پورے کیے جائیں گے جن کے لیے حکومت نے شرطیں لگا دی تھیں۔ اس طرح مسٹر جناح نے حکومت اور اپنی قوم کی بڑی خدمت کی ہے۔ اب مسٹر جناح کے کام کا دوسرا جزو باقی رہ گیا ہے۔ اگرچہ پوری کامیابی کا سہرا اب تک ان کے سر نہیں بندھا ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ ناکام ہو گئے ہیں۔ کوششیں جاری ہیں اور کئی قرائن کی رو سے کہا جا سکتا ہے کہ اب وہ آغاز سے زیادہ حوصلہ افزا راستہ پر گامزن ہیں۔"[14]

آل انڈیا مسلم لیگ کے چوبیسویں اجلاس منعقدہ بمبئی میں مسلم لیگ کے اعزازی سکریٹری نے اپنی سالانہ رپورٹ میں شہید گنج کے تنازع کے سلسلے میں قائدِ اعظم کی خدمات کا اعتراف کیا۔[15] اسی اجلاس میں لاہور کے حکیم امین الدین صحرائی نے ایک قرارداد پیش کی جس میں کہا گیا تھا کہ "آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ اجلاس مسٹر محمد علی جناح کی ان خدمات کا شکریہ ادا کرتا ہے جو انھوں نے پنجاب میں ایسے وقت میں جا کر انجام دیں جبکہ ہندوستان کا کوئی دوسرا رہنما اتنی بڑی ذمے داری اپنے ذمے لینے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ مسٹر جناح نے مسلم نوجوانوں کے حقیقی جذبات سے متاثر ہو کر نازک وقت پہ پنجاب پہنچ کر اور ان کے تمام مطالبات حکومتِ پنجاب سے مکمل طور پر منوا کر مسلمانانِ پنجاب اور خصوصاً نوجوانانِ اسلام کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔"[16]

قائدِ اعظم کی لاہور سے روانگی کے بعد شہید گنج مصالحتی بورڈ کے دو جلسے ہوئے۔ یہ معاملہ مسٹر سیل کی عدالت میں بھی چل رہا تھا۔ ۲۵ مئی ۱۹۳۶ کو اس نے مسلمانوں کا دعویٰ خارج کر دیا۔ علامہ اقبال کے مشورے سے ہائی کورٹ میں اپیل کی گئی اور عدالت کے روبرو دلائل پیش کیے گئے۔ اسی

[14] روزنامہ عصرِ جدید (کلکتہ) ۱۰ مارچ ۱۹۳۶ء ص ۴

[15] (ARCHIVES OF FREEDOM MOVEMENT-222-P4)

[16] ایضاً 188-P76

دوران میں اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ پنجاب سے باہر کسی اچھے قانون داں کی خدمات حاصل کی جائیں۔ علامہ اقبال کی رائے تھی کہ قائدِ اعظم کی خدمات حاصل کی جائیں۔ مگر ۱۹۳۶ میں وہ ایک ثالث بالخیر بن کر لاہور گئے تھے اور ان کی اسی حیثیت کی وجہ سے سکھوں اور ہندوؤں نے بڑی گرم جوشی سے ان کا خیر مقدم کیا تھا۔ لہٰذا اس جھگڑے میں ان کا فریق بن کر جانا مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ قائدِ اعظم ہی کے کہنے پر ایک انگریز ایف۔ جے کولٹ مین کی خدمات حاصل کی گئیں۔ عدالتِ عالیہ میں بحث کے بعد فیصلہ مسلمانوں کے موقف کے خلاف ہوا۔ جسٹس دین محمد نے اس بارے میں اختلافی فیصلہ لکھا۔ اس فیصلہ سے پنجاب کی سیاسی صورت حال ایک مرتبہ پھر کشیدہ ہو گئی۔ حالات کی سنگینی کے پیشِ نظر آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا، جہاں اس بات کا فیصلہ کیا گیا کہ چونکہ مسجد شہید گنج کی بازیابی مسلمانانِ ہند کا متفقہ مطالبہ بن گیا ہے، اس لیے آل انڈیا مسلم لیگ کا ایک خصوصی اجلاس جلد منعقد کیا جائے۔ اس کے علاوہ یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ یکم فروری ۱۹۳۷ کو یومِ شہید گنج منایا جائے۔ اسی سلسلے میں قائدِ اعظم نے علامہ اقبالؒ کو ایک خط لکھا جس میں ان کی رائے دریافت کی گئی تھی کہ مسلم لیگ کا مجوزہ اجلاس کس مقام پر بلایا جائے۔ علامہ اقبالؒ نے اپنے جوابی خط میں اس کے لیے لاہور کا نام تجویز کیا تھا، مگر یونینسٹ پارٹی اور اس کے گماشتوں کی کارروائیوں کے سبب ایسا نہ ہو سکا۔ اس کے بعد مسلم لیگ کی نشاۃ ثانیہ کے ساتھ ہی مسلمان زبردست سیاسی جدوجہد میں مصروف ہو گئے اور قائدِ اعظم کی تمام توجہات مسلم لیگ کی ترقی و استحکام اور تحریکِ پاکستان کو کامیاب بنانے کی کوششوں پر مرتکز رہیں۔